فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا جنازہ پڑھا تھا؟

جواب: یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا جنازہ پڑھا تھا مبنی بر جہالت ہے۔

بعض لوگ بطور دلیل ایک جھوٹی روایت پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ، ثُمَّ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ مِيكَائِيلُ، ثُمَّ إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، ثُمَّ الْمَلَائِكَةُ زُمَرًا زُمَرًا، ثُمَّ ادْخُلُوا، فَقُومُوا صُفُوفًا لَا يَتَقَدَّمُ عَلَيَّ أَحَدٌ.

''سب سے پہلے میرا جنازہ عرش پر میرا رب پڑھے گا، پھر جبرائیل، پھر میکائیل، پھر اسرافیل علیہم السلام اور بعد میں دیگر فرشتے گروہ در گروہ پڑھیں گے۔ پھر آپ داخل ہو جانا اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو جانا، کوئی امام نہ بنے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : ۵۸/۳، ح : ۲۵۷٦)

روایت موضوع ہے۔

① عبد المنعم بن ادریس ''کذاب'' ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلٰى أَبِيهِ وَعَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الثِّقَاتِ لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ .

''اپنے باپ اور دوسرے ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا، اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(كتاب المجروحين : ٢/١٥٧)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''ذاہب الحدیث'' کہا ہے۔

(التاريخ الكبير : ١٩٥١)

اس کے متعلق ادنی کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں!

② ادریس بن سنان ضعیف ومتروک ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : ٣٥٦)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُتَّقٰى حَدِيثُهٗ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِهٖ عَبْدِ الْمُنْعِمِ عَنْهُ .

''اس کے بیٹے عبدالمنعم کی اس سے بیان کردہ روایات سے بچیں۔''

(الثّقات : ٦٨٠٢)

یہ روایت بھی عبدالمنعم سے ہے، لہٰذا جرح مفسر ہے۔

سوال: دراج ابوالسمح کیا راوی ہے؟

جواب: دراج بن سمعان ابوالسمح جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسی طرح دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید والی سند بھی ضعیف ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے

جب دراج کی توثیق کی(تاریخ الدّوري : 5039)تو محدث فضلک رازی ﷫ نے اس قول پر نقد کیا۔ امام ابن حبان، امام دارمی اور امام ابن شاہین ﷭ کا امام یحییٰ بن معین ﷫ کی پیروی میں دراج کی توثیق کرنا جمہور کی جرح کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی ﷫ فرماتے ہیں:

دَرَّاجٌ فِي حَدِيثِهٖ صَنْعَةٌ .

''دراج کی حدیث میں ہیر پھیر ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 442/3، علل ابن أبي حاتِم : 674/3)

❁ امام احمد بن حنبل ﷫ فرماتے ہیں:

دَرَّاجٌ حَدِيثُهٗ مُنْكَرٌ .

''دراج کی احادیث منکر ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 442/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام فضلک رازی ﷫ کے بارے میں ہے:

ذُكِرَ لَهٗ قَوْلُ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ فِي دَرَّاجٍ أَنَّهٗ ثِقَةٌ فَقَالَ فَضْلَكُ : مَا هُوَ بِثِقَةٍ، وَلَا كَرَامَةَ لَهٗ .

''آپ ﷫ کے سامنے امام یحییٰ بن معین ﷫ کا قول کہ دراج ثقہ ہے، پیش کیا گیا، تو فرمایا: یہ بالکل ثقہ نہیں ہے، اس کا کوئی احترام نہیں۔''

(الكامِل لابن عدي : 11/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام نسائی ﷫ نے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 187)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أَمْلَيْتُهَا مِمَّا لَا يُتَابَعُ دَرَّاجٌ عَلَيْهِ ...... وَمِمَّا يُنْكَرُ مِنْ أَحَادِيثِهِ بَعْضُ مَا ذَكَرْتُ ...... وَسَائِرُ أَخْبَارِ دَرَّاجٍ غَيْرَ مَا ذَكَرْتُ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ يُتَابِعُهُ النَّاسُ عَلَيْهَا وَأَرْجُو إِذَا أَخْرَجْتُ دَرَّاجًا وَّبَرَّأْتُهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أُنْكِرَتْ عَلَيْهِ أَنَّ سَائِرَ أَحَادِيثِهِ لَا بَأْسَ بِهَا وَيَقْرُبُ صُوْرَتُهُ مَا قَالَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ .

''(دراج کی) جو احادیث میں نے لکھی ہیں، ان میں اکثر پر دراج کی متابعت نہیں کی گئی۔ ......اس کی جن روایات کو منکر کہا گیا ہے، ان میں سے بعض میں نے ذکر کر دی ہیں۔ ......اس کی دیگر احادیث، جنہیں میں نے ذکر نہیں کیا، ان پر رواۃ نے اس کی متابعت کی ہے۔ جب میں نے دراج کو ان احادیث سے بری کر دیا، جن کا اس پر انکار کیا گیا ہے، تو میرا خیال ہے کہ اس کی دیگر روایات (جن کو منکر بھی نہیں کہا گیا اور ان کی متابعت بھی کی گئی ہے، ان) میں کوئی حرج نہیں، اس کی حالت قریب قریب وہی ہے، جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بیان کی ہے (یعنی یہ راوی توثیق کے قریب قریب ہے)۔''

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 4/15)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ دراج فی نفسہ ضعیف ہے، اس کی منکر روایات ہیں۔ جن روایات پر اس کی متابعت ہوئی، ان میں کوئی حرج نہیں۔ بالفاظ دیگر یہ راوی منفرد ہو، تو حجت نہیں۔ اس کی جس روایت کو منکر نہ کہا گیا ہو اور متابعت بھی ہو،

تو اس کی روایت سے حجت لی جا سکتی ہے، اس صورت میں یہ راوی یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے قول کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البرقاني : 142)

❁ نیز ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔

(سؤالات الحاكم للدارقطني :261)

تنبیہ:

دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کا سلسلہ بھی ضعیف ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ فِيهَا ضَعْفٌ .

''دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے مروی احادیث میں ضعف ہے۔''

(الكامِل لابن عدي : 10/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ إِذَا كَانَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يُكْتَبُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ .

''عمرو بن حارث کی حدیث جب دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو، تو اسے (متابعات وشواہد میں) لکھا جائے گا، مگر حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الإرشاد :405/1)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظْرُ إِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ.

''کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔''

(الغرائب الملتقطة لابن حجر: 2573)

(جواب): اس کی سند ضعیف ہے۔

① زافر بن سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

② ابو عثمان کا تعین نہیں ہو سکا۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ضَافَ ضَيْفٌ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَفِي دَارِهِ كَلْبَةٌ مُجِحٌّ، فَقَالَتِ الْكَلْبَةُ: وَاللّٰهِ لَا أَنْبَحُ ضَيْفَ أَهْلِي، قَالَ: فَعَوٰى جِرَاؤُهَا فِي بَطْنِهَا، قَالَ: قِيلَ مَا هٰذَا؟ قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ: هٰذَا مَثَلُ أُمَّةٍ تَكُونُ مِنْ بَعْدِكُمْ، يَقْهَرُ سُفَهَاؤُهَا حُلَمَاءَ هَا.

''بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاں مہمان آیا، گھر میں حاملہ کتیا تھی، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر کے مہمانوں پر نہیں بھونکتی، لیکن اس کے پیٹ میں پلنے والا پلا بھونکنے لگا۔ پوچھا گیا یہ کیا ماجرہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ اس کتیا کی مثال آپ کے بعد والی امت کی طرح ہے، جب جاہل لوگ علما کی توہین کریں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 6588)

جواب: سند ضعیف ہے۔

عطاء بن سائب صدوق مختلط راوی ہے۔ ابوعوانہ نے ان سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے، روایات کی تمیز نہیں ہو سکی۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ سَمِعَ أَبُو عَوَانَةَ مِنْ عَطَاءٍ فِي الصِّحَّةِ وَفِي الْاِخْتِلَاطِ جَمِيعًا وَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ .

''ابوعوانہ نے عطا سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے۔ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 334/6، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند بزار میں ابوعوانہ کی متابعت ابوحمزہ عسکری نے کی ہے۔ اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس نے عطاء بن سائب سے قبل از اختلاط روایت لی ہے، یا بعد از اختلاط؟

اسی طرح جریر بن عبد الحمید اور خالد بن عبد اللہ واسطی نے متابعت کی ہے۔ یہ بھی مفید نہیں، کیونکہ یہ دونوں عطاء سے بعد از اختلاط بیان کرتے ہیں۔

الادب المفرد للبخاری میں شعیب بن صفوان نے متابعت کی ہے، شعیب ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے روایت کی ہے۔ نیز یہ روایت موقوف بھی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ روایت مرفوعا وموقوفا عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: کیا آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔آزر کافر تھا۔یہ اہل السنہ والجماعۃ کا نظریہ ہے۔شیعہ اوران کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ان کا یہ موقف بے دلیل ہے۔

قرآن وسنت کے وہی مفاہیم ومطالب برحق ہیں، جوائمہ اہل سنت نے بیان کردیئے ہیں۔ہر وہ دلیل جو سلف امت کے متفقہ فیصلوں کے خلاف جارہی ہو، بھلے لوگ باور کروائیں کہ فلاں دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہے، پھر بھی وہ دلیل قبول نہیں کی جاسکتی، کہ قرآن وسنت کا معنی ومفہوم سلف کے یہاں سمجھا جاچکا ہے۔اب جو کوئی نئی دلیل و نظریہ لائے گا، سلف کی مخالفت کرے گا اور سلف کی مخالفت میں کسی طرح حق نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ اگر اس دلیل سے وہ مسئلہ ثابت ہورہا ہوتا تو سلف وہ مسئلہ اخذ کر چکے ہوتے۔

یادرہے کہ کسی مسلمان کو کافر اور کسی کافر کو مسلمان قرار دینا انتہا پسندی کی قبیل سے ہے اوراہل سنت ان انتہائی رویوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

اللہ کے پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام قرآن مجید نے آزر بتایا ہے۔اسی طرح آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا نام آزر بیان کیا ہے۔اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾(الانعام: 74)

''جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا۔''

''اب'' کا حقیقی معنی باپ ہے۔گو یہ لفظ مجازا چچا پر بھی بولا جاتا ہے۔لیکن حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جانا درست نہیں۔خصوصا اس وقت جب کوئی قرینہ اس پر

دلالت نہ کرے۔

مجازی معنی صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ ہو، یا کوئی قرینہ مل جائے۔ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں مل سکا جس سے آزر کو ان کے باپ کی بجائے چچا قرار دیا جاسکے۔ قرآن کریم میں جتنی بھی دفعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہوا ہے، جہاں جہاں ان کا مکالمہ مذکور ہوا ہے، وہاں وہاں ابیہ کا لفظ آتا ہے۔ وہ اپنے باپ اور قوم سے مخاطب ہوتے ہیں، کہیں بھی ایسا نہیں آیا کہ وہ کسی وقت اپنے چچا سے مخاطب ہوئے ہوں۔

شیعہ کے نظریے کے پیچھے ان کا وضع کردہ ایک قاعدہ کھڑا ہے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ انبیاء کے باپ کافر نہیں ہوتے، اب ان کے پاس اس قاعدے کی کوئی دلیل تو ہے نہیں، لیکن اس قاعدے کو لے کر وہ لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ان کا چچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مفسر ابوحیان اندلسی (745ھ) لکھتے ہیں:

قِيلَ : إِنَّ آزَرَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ وَلَيْسَ اسْمَ أَبِيهِ وَهُوَ قَوْلُ الشِّيعَةِ يَزْعُمُونَ أَنَّ آبَاءَ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَكُونُونَ كُفَّارًا وَّظَوَاهِرُ الْقُرْآنِ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

”کہا جاتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، ان کے باپ کا نام آزر نہیں تھا، یہ شیعہ کا قول ہے، جو سمجھتے ہیں کہ انبیا کے آباء کفار نہیں ہوتے، جب کہ ظاہر قرآن ان کا رد کرتا ہے۔“

(البحر المحیط: 561/4)

قرآن کے سیاق اور احادیث رسول کو دیکھا کیجئے، تو واضح ثبوت اس چیز کے ملتے ہیں

کہ آزران کے باپ ہی کا نام تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں دعا مانگی:

﴿وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ﴾ (الشعراء : 86)

''اللہ میرے باپ کو بخش دینا، یقیناً وہ گمراہ تھا۔''

سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ مشرک کے لئے دعا مانگنا تو جائز ہی نہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾(التوبة : 114)

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں استغفار صرف اس وعدے کی وجہ سے کیا تھا جو وعدہ انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، جب ان پر واضح ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے براءت کر لی۔''

اس کی مکمل تفصیل حدیث میں موجود ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ : فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ : يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى : إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ .

''قیامت میں ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے، ان کے باپ کے چہرے پر پشیمانی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم اپنے باپ سے کہیں گے، کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے۔ ان کا باپ کہے گا: آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ سے عرض کریں گے کہ اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑی رسوائی بھلا کیا ہوسکتی ہے کہ میرا باپ جہنم میں جا رہا ہے۔ تو اللہ فرمائیں گے، میں نے جنت کو کافروں کے لئے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ابراہیم! اپنے پاوں کے نیچے دیکھئے۔ وہ دیکھیں گے، ان کے باپ کو گندہ بجو بنا کر کاندھوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'

(صحيح البخاري: 3350)

ذرا غور کیجئے، اس کے لئے دعا مانگ رہے، لیکن دعا قبول نہیں ہو رہی، قرآن کہتا ہے وہ دعا اپنے والد کے لئے مانگ رہے تھے۔ تو یہ حدیث نص ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے۔ وہ کافر تھا، جہنم میں جائے گا۔ روز قیامت ابراہیم علیہ السلام اس سے براءت کا اعلان کریں گے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْمُ أَبِيهِ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَخْبَرَ أَنَّهٗ أَبُوهُ، وَهُوَ الْقَوْلُ الْمَحْفُوظُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ دُونَ الْقَوْلِ الْآخَرِ الَّذِي زَعَمَ قَائِلُهٗ أَنَّهٗ نَعْتٌ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَإِنَّ أَهْلَ الْأَنْسَابِ إِنَّمَا يَنْسِبُونَ إِبْرَاهِيمَ إِلٰى تَارِحٍ، فَكَيْفَ يَكُونُ آزَرُ اسْمًا لَهٗ

وَالْمَعْرُوفُ بِهٖ مِنَ الْاِسْمِ تَارِحٌ؟ قِيلَ لَهٗ : غَيْرُ مُحَالٍ أَنْ يَكُونَ لَهُ اسْمَانِ، كَمَا لِكَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ فِي دَهْرِنَا هٰذَا، وَكَانَ ذٰلِكَ فِيمَا مَضٰى لَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ، وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ لَقَبًا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ .

''آزران کے والد کا نام تھا، کیوں کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے والد تھے۔ اہل علم کا یہی قول محفوظ ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ آزران کے باپ کا نام نہیں تھا، بلکہ اس کا لقب تھا۔ یہ بات غیر محفوظ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اہل انساب ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح بتاتے ہیں۔تو آزران کے باپ کا نام کس طرح ہوسکتا ہے، جب کہ معروف نام تارح ہے۔ جواب یہ ہوگا کہ ممکن ہے ان کے دو نام ہوں، جیسا کہ آج بھی ہمارے زمانے میں لوگوں کے دو نام ہوتے ہیں، گزرے لوگوں میں بھی بہت سے لوگوں کے دو نام ہوتے تھے، یہ بھی ہوسکتا کہ آزران کا لقب ہو۔ واللہ اعلم!

(تفسير الطّبري : 344/9)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهٗ جَيِّدٌ قَوِيٌّ .

''امام طبری رحمہ اللہ کی یہ بات جید اور قوی ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 289/3)

روافض کے دلائل:

روافض کہتے ہیں کہ انبیاء کے آباواجداد مومن مسلمان ہوتے ہیں، یہ نظریہ قطعی طور پر قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ وہ اپنے اس عقیدے پر یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾(الشّعراء : 219)

”جب تو سجدہ کرنے والوں میں پھرتا ہے، وہ تجھے دیکھتا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی مختلف آراء ہیں:

① **مفسر اہل بیت، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:**

مِنْ صُلْبِ نَبِيٍّ إِلٰى صُلْبِ نَبِيٍّ حَتّٰى صِرْتَ نَبِيًّا .

”ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تو نبی بن گیا۔“

(مسند البزّار (كشف الاستار) : 2242، طَبَقات ابن سعد : 24/1، تفسير ابن ابي حاتم : 2828/9، المُعجم الكبير للطّبراني : 363/11،وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(مختصر زوائد مسند البزّار : 98/2)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِي أَصْلَابِ الْأَنْبِيَاءِ، حَتّٰى وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء کی صلب میں رہے، یہاں تک کہ ان کی والدہ نے

انہیں جنم دیا۔''

(دلائل النُّبُوة لابي نُعَيم : 17، المُعجم لابن الاعرابي : 1750، الشّريعة للآجري : 959، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مَناهِل الصّفا في تخريج احاديث الشِّفا : 7)

اس سے مراد ہے کہ آپ انبیاء کی اولاد سے ہیں۔

② نبی کریم ﷺ حالت نماز میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔

③ نبی کریم ﷺ کبھی منفرد کبھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں اور کبھی قیام میں۔

④ اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کا مومنین کے پاس آنا جانا مراد ہے، یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(تفسير الطّبري : 660/17، وسندهٗ حسنٌ)

تو یہ اقوال اس کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں، اس آیت کے سیاق وسباق میں یا روایات وغیرہ میں کہیں بھی وارد نہیں ہوا کہ انبیاء کے آباء مسلمان ہوتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں کہیں سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا، جو لوگ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں ان کے پاس کچھ دلیل نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے:

لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلٰى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ .

''میں ہمیشہ سے پاکیزہ لوگوں کی صلبوں سے پاکیزہ خواتین کے ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔''

(تفسير الرّازي : 33/13)

یہ شیعہ کی گھڑنت ہے۔جس کی کوئی سند موجود نہیں، اسلام میں ایسی روایات کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔

الحاصل:

① بعض انبیاء کے ماں باپ کے مسلمان ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کسی نبی کے ماں یا باپ کے مشرک یا کافر ہونے سے اس نبی کے شان و مرتبہ میں فرق نہیں آتا۔

② ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا، نہ کہ چچا کا نام اور آزر کافر تھا۔جیسا کہ دلائل سے واضح ہوا۔ وللہ الحمد!

سوال: کیا جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہنا حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: اس بارے میں حدیث ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ایک مرتبہ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہا،تو ستر فرشتے ایک ہزار دنوں میں بھی اس کا اجر وثواب لکھنے سے قاصر ہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11509)

روایت ضعیف و منکر ہے۔ہانی بن متوکل اسکندرانی ضعیف ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 163/10)

سوال: ''یا محمد'' کی پکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: ''یا محمد'' یا اس سے ملتا جلتا نعرہ لگانا یا پکار کرنا اہل سنت کا شعار نہیں۔ بعض لوگوں نے اس نعرے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، وہ اس پر چند روایات سے حجت پکڑتے ہیں، ہم آپ کے سامنے ان روایات کی استنادی حیثیت واضح کرتے ہیں؛

❁ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اُکھڑنے لگے، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی تو:

نَادٰی بِشِعَارِ هِمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ :يَا مُحَمَّدَاهْ

''انہوں نے مسلمانوں کا نعرہ بلند کیا، اس دن مسلمانوں کا نعرہ 'یَا مُحَمَّدَاہْ' تھا۔''

(تاريخ الطبرى : 181/2، البداية والنهاية لابن كثير : 324/6)

روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

① اس میں سیف بن عمر کوفی راوی بالاتفاق ''ضعیف ومتروک'' موجود ہے۔

② شعیب بن ابراہیم کوفی ''مجہول'' ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ أَحَادِيثُ وَأَخْبَارٌ، وَهُوَ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْمَعْرُوفِ وَمِقْدَارُ مَا يَرْوِي مِنَ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ لَيْسَتْ بِالْكَثِيرَةِ وَفِيهِ بَعْضُ النَّكِرَةِ لِأَنَّ فِي أَخْبَارِهٖ وَأَحَادِيثِهٖ مَا فِيهِ تَحَامُلٌ عَلَى السَّلَفِ .

''اس نے کچھ احادیث اور اخبار بیان کی ہیں، یہ کوئی معروف راوی نہیں ہے۔

اس کی احادیث اورخبروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان میں بھی کچھ نکارت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس کی اخبار اور احادیث میں سلف پر طعن موجود ہے۔''

(الكامل في الضعفاء : 7/5)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِيهِ جِهَالَةٌ . ''یہ مجہول ہے۔''

(المغني في الضعفاء :298/1)

③ ضحاک بن یربوع کی توثیق نہیں ملی۔

④ اس کا باپ یربوع کیسا ہے؟ معلوم نہیں ہوسکا۔

⑤ رجل من سحیم کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔

❀ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑنے لگے۔ اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

يَامُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللّٰهِ، اِنْزِلْ!

''اے محمد! اے محمد! اے اللہ کی مدد، اتر آ۔''

(فتوح الشام لمحمد بن عمر الواقدي :196/1، طبع مصر : 1394)

روایت سخت ''ضعیف'' ہے، محمد بن عمر الواقدی جمہور کے نزدیک ضعیف، متروک اور کذاب ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 255/3)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(البدر المنير : 324/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : 6175)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ .

''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''میرے نزدیک یہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 108/4، وسندهٗ صحیحٌ)

اسے امام بخاری، امام ابو زرعہ رازی ، امام نسائی اور امام عقیلی رحمہم اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ اَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔اس کے ضعیف ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 243/6)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(تاريخ بغداد :37/1)

❀ **سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا: اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں۔ حسین میدان میں ہیں،خون میں نہائے ہوئے ،اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد۔ آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی ہے، بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔**

(البداية والنّهاية لابن كثير : 193/8)

سند باطل اور جھوٹی ہے۔

① سفیان بن عیینہ کی تدلیس ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② مخبر (سند میں خبر دینے والا) نامعلوم ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کسی ''مجھول''اور''کذاب''رافضی کی کارستانی ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ ﷺ کی نبوت سے افضل ہے؟

جواب: یہ ملحد اور بے دین صوفیا کی اصطلاح ہے، دراصل یہ لوگ مرتبہ ولایت کو مرتبہ نبوت سے افضل ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مذکورہ ضلالت کا ارتکاب کیا ہے، ان کا اصل نعرہ یہ تھا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے، لیکن جب دیکھا کہ امت اس طرح کی ضلالت ماننے کو تیار نہیں ہے، تو ایک نئی چال کے طور پر یوں کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ ﷺ کی نبوت سے افضل ہے، اس عبارت کا ماحاصل بھی یہی ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ یہ بے دینی وکفر کی انتہائی قبیح صورت ہے جسے دین کے نام پر عام کیا جا رہا ہے، اجماع امت، احادیث صریحہ اور قرآن مجید کا عموم اس گم راہ کن نظریہ کا انکار کرتے ہیں، سلف صالحین اور ائمہ دین میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

سوال: امام کو قرأت میں غلطی لگی، مقتدی لقمہ دیتا ہے، لیکن امام بار بار پیچھے سے قرأت شروع کرتا ہے، آگے نہیں پڑھ پاتا، تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟

جواب: امام کو چاہیے کہ جہاں سے آگے پڑھنا مشکل ہو، وہاں پر قرأت ختم کردے اور رکوع کر لے، البتہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔